www.novelsclubb.com
قلبِ مومن
علیشہ اظہر
Creations
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

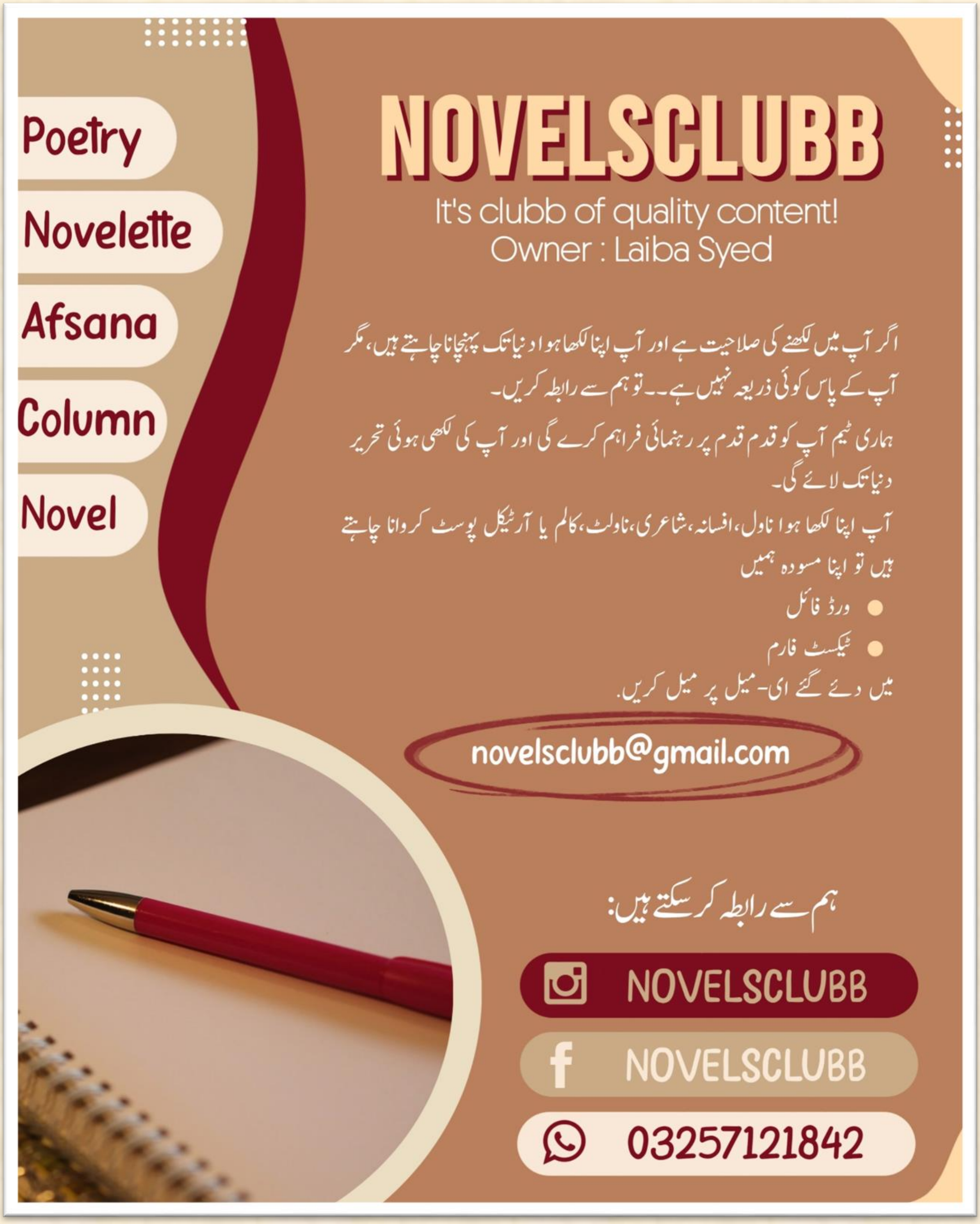
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں۔
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

قلبِ مومن

از قلم

علیشہ اظہر

Clubb of Quality Content

ناول "قلبِ مومن" کے تمام جملہ حق لکھاری "علیشہ اظہر" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

قسط نمبر 1

قلب مومن (علیشہ اظہر)

خواب

یقیناً میں نے ایک آواز سنی

یقیناً میرا نام سنا میں نے

اور تیز ہوا چلی ائی

تاریکی میں اور روانگی کے لیے خاموشی میں

بے شک میں نے ایک شکل دیکھی، ایک قابل فخر روشن شکل

میرے صوفے کے پاس کھڑے میں نے آنکھیں اٹھائیں۔

یہ تھا مگر ایک مدہم بادل طوفان کا پیغام

میں شروع کرتا ہوں میں جاگتا ہوں میں پھر اکیلا ہوں

وہ سیاہ آسمان تلے ایک پتھر پر کھڑی تھی۔ زنجیروں میں جکڑی ہوئی اس کے سامنے گہرا نیلا سمندر تھا۔ جس کی لہریں اس کو نگلنے کے لیے شور مچا رہی تھیں اور اس کے سامنے کھڑا تھا

لوسیفر (عیسائیت کا سب سے بڑا شیطان) وہ اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ سمندر کی گہرائیوں میں اس کے ہونٹ تھر تھرائے وہ سب کو پکار رہی تھی مگر کوئی نہیں آیا۔ لوسیفر نے اپنے مکروہ چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اگے بڑھا۔ وہ اپنا وجود پیچھے کی طرف دھکیلنے لگی۔ وہ اس کی گردن دبا رہا تھا۔ اس کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے ہاتھ پیر مارے اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ ماتھے پہ پسینہ صاف کیا اور اٹھ بیٹھی سیاہ سلکی بال شانوں پر آ گرے۔ کمرے میں ہر طرف اندھیرا تھا۔ دائیں جانب ہاتھ مار کر لیمپ جلایا تو کمرہ ذرا روشن ہوا۔ وسیع اور خوبصورت۔ وہ کنگ سائز بیڈ پر بیٹھی تھی۔ دائیں جانب بڑی بڑی کھڑکیاں جن کو سفید پردوں سے ڈھانپا گیا تھا۔ روشنی کا راستہ روک رہی تھیں۔ بیڈ کے سامنے ہلکا گرے رنگ کا کارپٹ بچھا تھا۔ سامنے والی دیوار پر تین اوول فریم لگے تھے گہری گرے رنگ کی دیوار پر سفید اجلے فریم۔ وہ بلینک فریم ڈیکور تھا۔ ہر شے ترتیب میں رکھی گئی تھی۔ بائیں جانب واش روم تھا۔ اس نے جوتے ڈالے اور واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ واش روم میں اول آئینہ تھا سنو وائٹ کے آئینے جیسا منہ دھو کر اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ سیاہ کندھے تک آتے سلکی بال الجھے ہوئے تھے۔ سیاہ بری بری آنکھیں، موڑی ہوئی پلکیں، نرم و ملائم دودھیا چہرہ اور پھولے پھولے گلابی گال پر بنا تل، اس کی خوبصورتی کو نکھار رہا تھا۔ اس کے گلے میں بھورے رنگ کا تتلی

والا پینڈینٹ تھا۔ اگر تم اسے دیکھ لو تو بار بار دیکھنے کو دل چاہے اور (جو چیز تمہیں بار بار اسے دیکھنے پر مجبور کرے گی کیا وہ پینڈینٹ ہو گا او نہوں اس کے بال, ارے نہیں اس کی سیاہ معصوم آنکھیں)۔ گہری سانس سے لے کر اس نے خود کو نارمل کیا اور کمرے سے باہر نکل گئی سیڑھیوں سے اوپر آؤ تو بائیں جانب اس کا کمرہ تھا اور دائیں جانب ڈریسنگ روم۔ چھت پر فانوس لٹک رہے تھے۔ مختلف پینٹنگز کو دیواروں پر سجایا گیا تھا۔ تم انہیں دیکھوں تو مبہوت ہو جاؤں۔ سامنے پلس کا بڑا سا نشان (عیسائیت کا نشان) تھا۔ وہ ڈریسنگ روم میں گئی جو بے انتہا روشن تھا وہاں ہر طرح کے کپڑے شیشے کی الماری میں رکھے گئے تھے۔ کیا نہیں تھا اس کے ڈریسنگ روم میں۔۔ مہنگی سے مہنگی ہیلز، ہر برینڈ کے بیگز، اس نے سیاہ فراک نکالی جس پر تین ڈائمنڈز لگے تھے۔ سیاہ ہیلز پہنی، سفید پرس کندھوں پر لٹکایا اور وہ نیچے کی جانب بڑھ گئی۔ نیچے بائیں جانب عالیشان کچن اور دائیں جانب ڈائننگ روم تھا۔ گھر نہیں محل تھا

۔۔۔۔۔۔شیف کو کھانے کا بول کر وہ ماں کے کمرے میں گئی۔ ان کا کمرہ اس کے کمرے کے دائیں جانب تھا۔ ماں کمرے میں نہیں تھیں۔ شاید وہ باہر ہو گیں

اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ تو ماں لان میں بیٹھی مالی کو کچھ سنا رہی تھی۔ یعنی آج اس کی کلاس ہو گی۔ "چھی چھی" ۔۔۔ بیچارا۔۔۔ اس نے سوچا اور نیچے لان میں چلی آئی۔۔۔

گھر کے دائیں جانب پول تھا۔ بائیں جانب دیواریں تھیں۔اور درمیان میں فوارہ جہاں چڑیاں آکر پانی پیتی تھیں۔ماں لان میں پڑی کرسیوں پر پول کے پاس بیٹھی تھی۔وہ گئی تو انہوں نے ہر بار کی طرح اس سے نظریں چرائی البتہ ہاتھ میں پکڑی بڑی سی تسبیح کے دانے وہ گراتی رہی ۔وہ ڈیسنٹ اور سٹائلش خاتون تھیں۔ان کی آنکھیں سبز, سنہری بال، چہرہ تھکا تھکا تھا۔وہ شکل سے 3530 سالہ کی لگتی تھی۔انہوں نے ایزل کو مخاطب کیا،"کہاں جارہی ہو"؟جی ماں.......میں آفس جارہی ہوں۔ناشتہ وہیں جاکے کروں گی۔اس نے جواب دیا مسکرائی نہیں تھی۔وہ جواب دے کر اٹھ گئی۔ایزل ماں نے پکارا تو وہ جاتے جاتے رکی۔۔رک کر انکو دیکھا۔جو اس کو ہی دیکھ رہی تھیں۔اب تم 25 کی ہو گئی ہو تمہیں شادی کر لینی چاہیے۔ماں نے پیار سے ایزل کو دیکھا۔وہ ان کو دیکھتی رہی پہلے اسے ان کا یہ کہنا عجیب لگتا تھا۔اب تو عادت ہو گئی تھی۔اس نے بنا کچھ کہے اپنی سیاہ گلاسز آنکھوں پہ ٹکائیں اور سیڑھیاں اتر کر نیچے ایک کمرے میں گئی وہ شاید کوئی شوروم تھا۔

مختلف رنگوں کی خوبصورت گاڑیاں، چھت پر لگی سفید ٹیوب لائٹس کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔وہاں تقریباً20 گاڑیاں تھیں۔اس کی آنکھوں کی چمک بتارہی تھی کہ گاڑیاں اکٹھی

کرنا ایزل جو نتھن کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔اس نے چابی دبائی۔بیپ کی آواز سے کار کے دروازے کھولے اور فرنٹ سیٹ سنبھالی۔گاڑی دھواں چھوڑتی زن کی آواز سے باہر آئی۔ اس نے گاڑی روک کر ایک نظر اس خوبصورت ویلا کو دیکھا۔پرانے طرز پر بنا جو نتھن ویلا کے نام سے جانا جاتا تھا۔یہ خوبصورتی سے سجایا گیا محل اب اداس تھا۔۔کیا تھا؟؟؟جس نے اس محل کو اداس کر دیا؟؟؟اسے یہ محل کرسڈ لگتا تھا۔وہاں سب بکھر جاتا تھا۔انسان،دل اور خواب۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب اسلام اباد کے صاف سڑکوں پر اس کی فراری روانہ تھی۔

❖

موسی بھائی اٹھ جائیں ورنہ دیر ہو جائے گی۔وہ پچھلے دس منٹ سے دروازہ بجا رہی تھی۔مگر جواب ندار۔اب اسے غصہ آرہا تھا۔بھائی "آپ نہ اٹھیں تو امی کو بتادوں گی کہ آپ گھر سے بھاگ رہے ہیں"۔بس اتنا بولی ہی تھی کہ دروازہ کھٹاک سے کھل گیا۔کیا ہو گیا ہے؟کیا تیسری جنگ عظیم کا آغاز ہو گیا؟جو صبح سے چلا رہی ہوں وہ چڑ کر بولا۔اگر ایسا کچھ ہو بھی جاتا تو اپ نے کیا کر لینا تھا؟وہاں سے بھی بھاگ جاتے.آپ ہمیشہ فرار کے راستے ہی تو تلاش کرتے آئے ہیں منہ بسور کر بولی۔موسی کے چہرے پر سایہ لہرایا۔صرف کچھ سیکنڈ اور اس نے خود کو نارمل کر لیا۔اچھا بس کرو لڑکی کتنے طنز کرو گی۔امی نے سن لیا تو میرے ساتھ

ساتھ تم بھی مار کھاؤ گی۔اچھااب دو منٹ میں نیچے آئیں۔ورنہ امی کا سامنا خود کر لیجئے گا۔

ویسے بھی وہ آج بڑے جلالی موڈ میں ہیں بولتے ہی سیڑھیاں اتر کر نیچے چلی گئی۔دیکھ لوں گا میں کسی سے نہیں ڈرتا تن کر بولا اور دروازہ کھٹاک سے بند کر دیا۔

اگلے دو منٹ میں وہ نیچے کھڑا تھا۔حالانکہ وہ کسی سے نہیں ڈرتا مگر ماں کسی تو نہیں ہوتی نا۔

سب کھانا کھانے میں مصروف تھے بھوری آنکھیں بار بار کچھ کہنے کو اٹھتی پھر جھک جاتی۔

اس نے اپنے گھنگرالے براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرا اور دائیں جانب بیٹھی مناہل کو دیکھا۔وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی چشمے کے پیچھے چھپی سبز گول گول آنکھوں میں پریشانی واضح تھی۔

یہ تم لوگ ایک دوسرے کو کیا اشارے کر رہے ہو یہ رعبدار مگر محبت بھری آواز نیازی صاحب کی تھی۔

Clubb of Quality Content

گلا کھنکار کر مدہم آواز میں بولا "مجھے اسکالرشپ ملی ہے".اور مجھے اسی مہینے جانا ہے۔نیازی صاحب جو کھانا کھانے میں مصروف تھے چونک کر اسے دیکھا۔کانٹا پلیٹ میں رکھا دونوں ہاتھ ٹھوڑی پر باندھے اور بولے ٹھیک ہے۔رات کو میرے کمرے میں آنا مجھے تم سے بات کرنی ہے۔ان کی بات پر جہاں مناہل اور موسی چونکے تھے وہی صوفیہ بیگم بھی حیران ہوئی۔

سب کھانا کھا چکے تھے برتن اٹھاتے ہوئے وہ بولیں آپ کو اسے اکیلے نہیں جانے دینا چاہیے۔وہ جو ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھے۔ان کی بات پر انہیں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا ۔وہ برتن چھوڑ کر صوفے پر آ بیٹھیں صوفیہ اب پرندوں نے پر نکال لیے ہیں۔انہیں گرنے کے خوف سے کب تک روکے رکھیں گیں۔میں نے اپنے ایک بیٹے کو کھو دیا دوسرے کو کچھ ہوا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گی وہ آنسو رگڑتے ہوئے بولیں ہمارے بچوں کی قسمت میں جو لکھا ہے۔ہم اسے بدل نہیں سکتے۔لکھے کو کوئی ٹال نہیں سکتا انہیں ان کے فیصلے خود لینے دو۔گریں گے نہیں تو کبھی سر اٹھا کر کھڑے نہیں ہو سکیں گے۔(بچوں کو ان کے فیصلے خود لینے دینا چاہیے)صوفیہ ان کو ان کے حصے کی غلطیاں بھی کرنے دینا چاہیں. زندگی کو کچھ سبق انہیں بھی تو سکھانے چاہیے ورنہ وہ گرو نہیں کر سکیں گے۔انہوں نے ان کا ہاتھ تھپتھپایا اور اٹھ کر چلے گئے۔مگر ماں کے دل کا کیا؟ وہ پوچھ نہیں سکیں آنکھیں صاف کی اور کام کو لگ گئی۔

❖

وہ صبح سے گاڑی چلا رہی تھی۔ تقریباً ایک بجے وہ چرچ پہنچی۔ سفید اینٹوں سے بنی ٹھنڈی اور پرسکون عمارت (جو آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی)۔ اس نے گاڑی پارک کی گلاسز اتاریں اور چرچ کے دروازے کو پار کیا۔ سامنے 60 برس کا ایک بوڑھا آدمی کھڑا کچھ پڑھ رہا تھا۔ بینچ پر آنکھیں موندے بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ وہ بھی سامنے والے بینچ پر آکر بیٹھ گئی دعا ختم ہو چکی تھی۔ سب جا رہے تھے۔

بوڑھا آدمی اس کے پاس آ بیٹھا کیسی ہے میری گڑیا؟ انہوں نے پیار سے دیکھا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ بھی مسکرا دی۔

"میں جا رہی ہوں "

وہ پہلے حیران ہوئے پھر مسکرا دیے۔ اچھا یعنی اب تمہیں ہم یاد نہیں؟

نہیں۔ اس نے اپنا سر ان کے کندھے پر رکھا اور آنکھیں موند لیں۔ بابا کے بعد میں جس انسان کو چاہتی ہوں وہ آپ ہے دادا جان وہ مسکرا دی۔۔۔۔ اچھا مائک سے ملی۔ وہ صبح آیا تھا۔

نہیں، کل ملوں گی۔ آج میرا دل نہیں کر رہا۔ وہ ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی۔

کیوں؟ آج کیا ہوا ہے؟ انہوں نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام لیا۔

روح اداس ہے نامیری ایک ٹھنڈی آہ بھری

وہ ہلکا سا مسکرائے۔"دوستوں سے تب ہی ملتے ہیں جب روح اداس ہوتی ہے۔ وہ مرہم ہوتے ہیں"۔اس سے بات کرو گی ٹھیک ہو جاؤ گی۔اس نے سر اٹھایا ہاتھ سینے پہ باندھے مگر آپ کے پوتے کو لڑنے کے علاوہ کچھ نہیں آتا ناک چڑھا کا بولی۔

وہ ہنس دیے۔تم دونوں ایک جیسے ہو وہ مسکرا کر بولے۔

تم نے اپنی ماں کو بتایا ان کے شفاف چہرے پر پریشانی در آئی۔نیلی آنکھیں جواب کی منتظر تھیں۔وہ شرمندہ ہوئی۔اور نہ میں سر ہلایا۔پھر اٹھ گئی۔میں نے ڈنر ان کے ساتھ کرنا ہے مجھے کام ہے دادا جان۔کندھے پہ بیگ ٹکایا ان کے گلے لگی اور باہر کی جانب چل دی۔ایزل! انہوں نے پکارا۔وہ مڑی۔اپنی ماں کو اتنے دکھ مت دو بچے.انہوں نے اس سے التجا کی وہ کچھ نہیں بولی اور باہر کی جانب چل دی۔اس کے قدموں میں لرزش تھی۔

کار میں آکر بیٹھی پرس سیٹ پہ پھینکا۔گاڑی کسی خالی سڑک پر آکے روکی خود کو نارمل کیا۔۔ لپ گلوز لگایا، بالوں کو اونچی پونی ٹیل میں باندھا اور موبائل سیٹ کیا۔اب اس کے ویڈیو بنانے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔وہ انسٹا پہ لائو تھی،اس کے ڈی ایمز بھرے ہوئے تھے۔وہ پاکستان کی سب سے مشہور ویلو گر ایزل جونداتھن عرف "ظالم حسینہ" تھی۔

Hello babies

Are you guyz ready??

وہ مسکرا رہی تھی۔ سڑک خالی تھی۔ آس پاس درخت تھے۔ اوپر نیلا آسمان سورج زور و شور سے چمک رہا تھا۔

اس نے سٹیرنگ گھمایا گاڑی سڑک پر بہت تیزی سے چل رہی تھی۔ اس نے گاڑی کی سپیڈ اور تیز کر دی چہرے پہ مسکراہٹ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اب اس کی گاڑی گول گول گھوم رہی تھی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ سڑک پر ٹائر سے گول گول نشان بننے لگے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے کار روک دی باہر نکلی بازو پھیلائے اور لمبی سانس لی ہر طرف دھواں تھا۔ پیٹرول کی دھیمی مہک۔ اس نے گاڑی سے موبائل نکالا وہ مسکرا رہی تھی۔ تو کیسا لگا آج کا شو دھڑا دھڑ کمنٹس آ رہے تھے۔

ویڈیو پر تقریباً پانچ ملین ویوز تھے۔

گردن پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھی۔ ماتھے پر بھی پسینہ تھا۔ سیاہ بال اس کی گردن پر چپک گئے تھے اور کچھ اس کے گلابی گال پر۔ اس نے بالوں کو پیچھے آراسا۔ سورج کی حدت

سے بچنے کے لیے۔وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔اے۔سی اون کیا۔الوداعی کلمات ادا کیے۔لوگ اس کی کار ریسنگ کے دیوانے تھے۔وہ دیوانہ بنا دینے کے طاقت رکھتی تھی۔

❖

ایک اداس شام

ہر طرف کپڑوں کا ڈھیر تھا۔وہ درمیان میں التی پالتی کیے بیٹھی تھی۔براؤن موسی جیسے گھنگرالے بال گیلے تھے۔شاید وہ نہا کے آئی تھی۔اب کپڑے ڈھونڈ رہی تھی۔موبائل اٹھایا کال ملائی۔

موسی بھائی wwh

ایک منٹ ڈبلیو ڈبلیو ایچ اب کس نے لکھ دیا۔کال پہلے بیل پہ اٹھا لی گئی

ہیلو بھائی۔

اچھا اچھا السلام علیکم بھائی جان۔اب ٹھیک ہے؟مسکرا کر بولی۔اب اپ میرے روم میں آئیں۔اور کال کاٹ دی۔

Clubb of Quality Content

وہ ڈاکومنٹ دیکھ رہا تھا بیڈ پڑا موبائل بجا۔کان کے پیچھے پینسل اڑاسی اور موبائل اٹھایا۔

مناہل کی کال

ہاں۔۔۔۔بولو بچے مصروف سا بولا۔ایک منٹ یہ ہیلو کیا ہوتا ہے؟آنکھیں چھوٹی کیں

وعلیکم السلام میری پیاری بہن۔اچھار کو ابھی آتا ہوں۔سامنے پر ایک کاغذوں کے پلندے

کو سمیٹا اور سیٹی بجاتا ہوا اب وہ مناہل کے کمرے میں موجود تھا۔

بھائی یہ دیکھو آج رات میں کیا پہن کے جاؤں گی؟

توبہ ہے۔ہم بس ڈنر پہ ہی تو جا رہے ہیں۔کوئی بھی پہن لو وہ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے

بولا۔

بھائی آپ آئینے سے ہٹیں۔مجھے ان کپڑوں میں سے کچھ بتائیں۔سینے پہ ہاتھ باندھے بولی۔

یار اتنا ہینڈ ہوں۔دل کرتا ہے خود کو دیکھتا ہی رہوں۔اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے

بولا۔(وہ صحیح کہتا تھا وہ واقعی میں بہت ہینڈ سم تھا)

وہ کھڑی ہوئی۔اس کو آئینے کے سامنے سے ہٹایا۔خود اس کے سامنے آگئی۔کتنے خوش فہم

ہیں آپ چھی۔۔۔چھی۔۔۔۔

اور پھر وہ دونوں ہنس دیے۔اچھا یہ ڈبلیو ڈبلیو ایچ کیا ہوتا ہے؟کپڑے سمیٹتے ہوئے اس نے پوچھا

موسی نیازی۔۔۔۔۔اس نے کپڑوں کو الماری میں رکھتے ہوئے بتایا

ہیں۔۔بھائی بتاؤ۔

ورڈ وائڈ ہینڈ سم دانت نکال کر بولا

اور وہ دونوں پھر ہنس دیے ایسے ہی تھے دونوں جب جب ملتے تھے۔ان کے گھر کی دیواریں ان کے قہقوں سے گونجتی تھی۔

صوفیہ بیگم ان کے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ان کو دیکھا تو رک گئی۔آنکھیں نم ہوئیں۔لب مسکرائے۔دل نے شکرادا کیا۔ان کے پاس آگئی۔ان دونوں نے ماں کو دیکھا وہ بھی مسکرادیے۔

وہ موسی کے گلے لگی اور روتی رہیں۔وہ ان کی کمر تھپتھپاتا رہا۔ان کی دیکھا دیکھی اب مناہل بھی اس کے گلے لگ کے رونے لگی۔وہ بوکھلا گیا۔آپ دونوں ایسے رو رہی ہیں جیسے میں کوئی لڑکی ہوں اور میری رخصتی ہو رہی ہوں۔توبہ ہے یہ عورتیں روتی کیوں ہیں اتنا؟اور اس کی بات پر اب وہ دونوں ہنسی۔

جب جب ماں روتی عجیب سا گلٹ آگھیرتا۔

مگر وہ یہاں نہیں رہ سکتا تھا۔اسے جانا تھا۔کہاں بس یہاں سے بہت دور۔ایک وعدے کو پورا کرنے کوئی اس کا منتظر تھا اور موسی نیازی کبھی وعدے نہیں توڑتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

❖

وہ گھر واپس آئی تو آج جو نتھن ویلا پہلے سے زیادہ سنسان لگا۔۔ تمام لائٹس آف تھی۔تمام ملازم اپنے اپنے کوارٹر میں تھے۔وہ محل جو روشنی سے کبھی جگمگایا کرتا تھا۔آج ویران تھا۔وہ ڈائننگ ہال میں آئی وہاں مدھم روشنی تھی۔اس کی توقع کے عین مطابق ماں کھانے پر اس کا انتظار کر رہی تھیں۔کہیں دادا جان نے ان کو کچھ بتا تو نہیں دیا۔۔ہائے۔۔اب ہو گی کلاس اس کی۔۔۔اس نے ہاتھ دھوئے۔اور ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھی۔وہ ان کے دائیں جانب بیٹھی تھی۔ ۔۔۔۔انہوں نے بنا کچھ کہے کھانا اسے سرو کیا وہ بھی چپ کر کے کھاتی رہی_ کمرے کی خاموشی میں ماں کی سسکی نے خلل مچایا۔وہ چونک کر ان کے جانب مڑی۔وہ رو رہی تھی۔یعنی سب پتہ ہے ان کو۔وہ شرمندہ ہوئی۔۔ماں میں اپ کو بتانے والی تھی۔ائی ایم سوری ان کو گلے لگاتے ہوئے بولی۔

کیا تمہاری نظر میں میری یہ اہمیت ہے؟ تم اپنی بوڑھی ماں کو اکیلے چھوڑ کے جا رہے ہو. شاید اسی دن کے لیے ایک ماں اولاد پیدا کرتی ہے. تم نے بھی مجھے ہمیشہ اپنے باپ کی طرح ستایا.

یہ کہہ کر وہ چلی گئی.

مگر وہ بیٹھی رہی یہ جملے نہیں تھے۔ خنجر تھے جو اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔۔ تو طے ہوا کبھی کبھی کسی کو مارنے کے لیے بندوق یا تلوار نہیں الفاظ کا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وہ ہلکا سا مسکرا دی۔ اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے لگی۔ ہونہہ۔۔۔۔ ظالم لڑکی تو طے ہوا وہ ظالم ہی تھی۔ آج کی رات ماضی کے نام وہ بڑبڑائی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

❖

کمرے کی سفید دیواریں دم سادھے ان کو دیکھ رہی تھیں۔ اب وہ باپ اپنے بیٹے سے کیا کہے گا؟ کہ مت جاؤ......ہاں...یہی یہی کہے گا...پھر سے ایک میلوڈرامہ۔۔۔۔۔۔ چھی چھی۔۔۔ وہ صوفے پہ نیازی صاحب کے سامنے بیٹھا تھا۔ انہوں نے باغور اس کا جائزہ لیا۔

کب بچے اتنے بڑے ہو جاتے ہیں؟

سکالرشپ کہاں کی ہے؟عینک سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہوں نے موسی سے پوچھا

کوریا سنجیدہ چہرہ مختصر جواب

ہمم کوریا ہی کیوں؟سوال کیا گیا

کوریا کیوں نہیں؟سوال پہ سوال

تم جانتے ہو نا کیا کرنے جا رہے ہو؟انہوں نے پھر سے اسے روکنے کے لیے تنبیہ باندھی

کیا پہلے کبھی میں نے سوچا بغیر کوئی فیصلہ لیا؟وہ ہلکا سا مسکرایا

وہ دونوں جانتے تھے بات کس بارے میں ہو رہی ہے۔کیا تم جاننا چاہو گے؟؟؟

تم اپنی زندگی برباد کر رہے ہو بچے۔

وہ ہلکا سا مسکرایا آنکھوں کی نمی اندر دھکیلنے کی پوری کوشش کی۔جس میں کافی حد تک وہ کامیاب ہو گیا۔"زندگی ہی تو بچا رہا ہوں بابا"

اولاد چاہے جتنی کوشش کر لے والدین سے اپنے دکھ نہیں چھپا سکتے۔وہ جان گئے ہلکا سا مسکرائے۔پھر ٹھیک ہے بتا آنا کوریا والوں کو ہم پاکستانی کتنے خوش مزاج اور مہربان ہوتے ہیں۔وہ اٹھا اور بیڈ پہ ان کے قریب بیٹھ گیا۔انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا مصافحے کے لیے۔۔

افف یہ پاکستانی والدین پیار جتانا تو سیکھا ہی نہیں۔۔ کیا ہو جاتا ہے جو بچے کو گلے لگا لیتے؟

اب کیا میرے ساتھ سونے کا ارادہ ہے۔ نیازی صاحب اس کے وہی بیٹھے رہنے پر بولے۔

یار مجھے کوئی مسئلہ نہیں تمہاری ماں مائنڈ کر جائے گی۔

وہ پہلے بوکھلایا، پھر مسکرایا، پھر اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ کمرے میں آیا سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا۔ کمرے کی ساری روشنی ختم ہو گئی۔ جوتے اتار کے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ آج کی رات اداسیوں کے نام۔۔ کمبل میں منہ چھپایا ماضی کے بہت سے مناظر اس کی انکھوں کے سامنے لہرائے

ماضی درد میں لپٹے پنوں کے سوا کچھ نہ تھا

آج کی رات تمہارے نام وہ بڑبڑایا اور آنکھیں موندلی۔ رات قطرہ قطرہ پگل رہی تھی

❖

سورج افق پر پورے زور و شور سے چمک رہا تھا۔ آج اسلام آباد کا موسم کافی خوشگوار تھا۔ پودوں پر پڑتی اوس، سورج کی روشنی میں چمک رہی تھی۔ خدا کے بندے روزی کمانے کے

لیے گھروں سے نکل چکے تھے اور جو سو رہے تھے ان پر اور نیند طاری کر دی گئی۔ایسے میں دو منزلہ خوبصورت گھر میں آج معمول کے بر خلاف زیادہ چہل پہل تھی۔

امی میں نے بولا بھی تھا کہ میری چیزوں کو کہیں مت رکھا کریں۔اس نے کمر پہ اپنے شفاف ہاتھ رکھتے ہوئے آواز دی۔ بالوں سے پانی کی بوندھے ابھی بھی ٹپک رہی تھی۔شاید وہ نہایا تھا۔ گھنگرالے بھورے بال ماتھے پر آرہے تھے۔ماتھے پر پریشانی کی شکنے، سنہرے مضطرب آنکھیں، وجیہہ نقوش، آبرو پر لگا کٹ، جبڑے مضبوطی سے جمے ہوئے، کشادہ سینہ، گردن پر چوٹ کا نشان وہ بہت ہینڈسم تھا بلا شبہ دراز میں ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہوئے پھر سے آواز لگائی۔

امی مجھے لیٹ ہو رہی ہے کہاں رکھ دی فائلز۔ کان کی لو کھجاتے ہوئے بولا۔

نیچے کچن میں آؤ تو کھانے کی خوشبو سے دل مچل اٹھے۔

صوفیا بیگم بچے کو ڈھونڈ دو پہلے فائل یہ بولنے والے نیازی صاحب صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے چائے کے سپ لے رہے تھے۔

میں ایک ہوں اور سو کام ہے کیا کیا کروں ؟اب وہ غصے میں بڑبڑاتی ہوں ہی۔اوپر آئی ۔۔۔۔۔ہائے۔۔۔یہ کمرے کا کیا حال کر دیا بیٹا۔بکھرے کمرے کو دیکھ کر انہوں نے سر پر ہاتھ رکھا۔

امی فائلز کہاں ہیں ؟آج جانا ہے جمع کروانے بھوری آنکھوں والا لڑکا ماں کو دیکھتے ہوئے بولا ۔

سنبھال کے رکھی تھی بیٹا میں نے تو انہوں نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے جواب دیا

بھائی پھر بھول جائیں امی کی سنبھالی چیز تو خود ان کو بھی نہیں ملتی ہمیں کیا ملے گی۔دروازے پر سر ٹکائے یونیفارم میں ملوث دبلی پتلی براؤن گھنگرالے بالوں کی چوٹی بنائی، صاف گندمی نکھری نکھری رنگت، سبز آنکھیں عام مگر پر کشش نقوش لیے پیاری لڑکی بولی اب مجھے چھوڑ آؤ۔میرا آج پیپر ہے۔

موسی نے اپنی بہن کو گھورا۔اس نے آنکھیں ٹپٹپائیں

یہ لو مل گئ۔صوفیا بیگم چہک کر بولیں۔آنکھوں کی چمک اور بڑھ گئی۔تینوں کے چہرے کھل اٹھے۔موسی نے دونوں ہاتھ چہرے پہ پھیرے۔۔شکر ہے۔۔

مناہل نے اس کی نقل اتاری۔زندگی میں پہلی بار انہیں ان کی سنبھالی ہوئی چیز ملی تھی۔

دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے گیٹ سے باہر نکل گئے

کھانا تو کھاتے جاؤامی نے پیچھے سے آواز دی۔امی آ کے کھالوں گا۔موسی نے جواب دیا۔

بھائی مناہل نے موسی کو پکارا جو اس کے لیے کار کا دروازہ کھول رہا تھا۔ویسے اپ پر بلیک کلر بڑا سوٹ کرتا ہے۔وہ سچ کہہ رہی تھی سیاہ شرٹ اور پینٹ میں وہ رف سے حلیے میں بھی بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔(ہائے یہ لڑکا اتنا پیارا کیوں تھا)مناہل کے بات پر اس نے خود کو کار کے دروازے میں دیکھا۔کالر جھڑکائے اور بالوں میں ہاتھ پھیرا

Black is my color you little girl

مناہل نے اس کی تعریف کرنے پر خود کو سو سلوتیں سنائی۔

اچھا اب چلیں بھی یہ سارا دن خود کو دیکھتے رہنے کا ارادہ ہے۔دونوں مسکرا کر کار میں بیٹھ گئے۔

ایسے صبح صبح میری تعریف کس خوشی میں کیا کام ہے؟موسی نے گاڑی چلاتے ہوئے.اسے مخاطب کیا۔اس نے مسکراتے ہوئے اپنا رخ موسی کے جانے موڑا ہاتھ اٹھائے یعنی اب اس نے شروع ہو جانا تھا۔موسی مسکراتے ہوئے اس کی سنتا رہا۔اچھا ٹھیک ہے لے جاؤں گا تمہیں۔ویسے پیپر کی تیاری کیسی ہے؟

وہ جتنا اس کی پہلی بات پر مسکرائے تھی دوسری بات پر اتنا ہی برا منہ بنایا۔پاس ہو جاؤں گی۔

اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے یعنی اب ہو گئی وہ ناراض اس کو مناؤ۔

اچھا کوئی نہیں پڑھا کرو نا تم موسی نے ایک چور نظر اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا

۔اب ہر کوئی اپ کی طرح جینئیس تو نہیں ہوتا نا کہ ہر جگہ ٹاپ کرے۔بولتے ہوئے

آنکھیں نم ہوئیں اسے اپنا ہر جگہ نظر انداز کیا جانا یاد آیا۔اگر ایک بچہ ذہین ہو اور دوسرا کم

گریڈ لاتا ہو۔تو اس کو اتنا نظر انداز کیا جاتا ہے کہ ایسا سے احساس کمتری کا شکار ہو جائے۔

حالانکہ اس کی حوصلہ افزائی کرنے کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔

تو کیا ہو گیا کوئی بات نہیں تم ٹاپ کرو گی تب بھی میری بہن رہو گی نہیں کرو گی تب بھی

میری بہن رہو گی میری محبت کو نمبروں کے پیمانے میں مت تولو بچے۔میں ہمیشہ تمہارے

ساتھ ہوں۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ محنت کرنا چھوڑ دو۔میں تمہیں کامیاب دیکھنا

چاہتا ہوں۔

موسی نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھاما مضبوط لہجے میں بولا۔

اس کی بات پر اس کے گال لال ہوئے۔اور وہ کھل کے مسکرا دی۔گھر کے مرد ساتھ ہو

زندگی کافی آسان ہو جاتی ہے

دیکھ لینا بھائی اب کی بار میں ٹاپ کر کے دکھاؤں گی۔

کتنا مہربان تھا وہ انسان وہ مناہل کے لیے بہت بار لڑا تھا۔بہت سی جنگیں۔وہ اس کا بڑا بھائی تھا۔اس کا آئیڈیل،اس کا باپ،اس کا کل سرمایہ

دنیا میں کوئی اس کے لیے موسی بن سکتا تھا؟یہ سوال تھا جس پہ دل نے ہر بار نہیں کہا تھا.

وہ دونوں اب مسکرا رہے تھے ان کی منزل ے آگئ تھی وہ اتر گئ ایک مثبت ہو لیے نے آن گھیرا۔۔۔یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہی وہ مثبت بلبلا پھٹنے لگا.اس میں سوراخ ہونے لگے ۔جب اس نے اپنی طرف آتے لیلہ کو دیکھا وہ دونوں دوست تھے۔پھر جب سے لیلہ اور ربیعہ کی دوستی ہوئی۔اس نے مناہل کو چھوڑ دیا وہ دونوں اس کے پاس سے قہقہ لگاتی ہوئی گزر گئ۔ بلبلا آج پھٹا نہیں۔اسے کسی کی ضرورت نہیں تھی۔

ہاں۔۔خود کو مضبوط کرتے ہوئے اگے بڑھ گئ۔دیکھا گھر کا مرد ساتھ ہو تو کتنے محاذوں پے لڑا جاسکتا ہے۔وہ کلاس روم میں گئ اپنا بیگ رکھا اور واش روم کی طرف چل گئ۔ابھی ٹیسٹ شروع نہیں ہوا تھا۔جب وہ واپس آئی تو چیزیں بکھری پڑی تھیں اور بیگ پر سرخ رنگ سے کلر لکھا تھا اس نے صفحے کو پھاڑا۔سب لڑکیاں اسے دیکھ رہی تھیں۔وہ جانتی تھی یہ

کس کا کام ہے۔ مثبت بلبلا پوری طرح پھٹ گیا آنکھیں بھیگنے لگیں۔اس نے لیلہ اور ریبہ کو مسکراتے دیکھا۔

توثابت ہوا دوست سب کے لیے مرہم نہیں ہوتے

گرم گرم مادہ انکھوں سے گرنے لگا اس نے ہتھیلی سے چہرہ صاف کیا سبز آنکھیں رنجیدہ تھیں۔بیگ اٹھا کر وہ باہر کی سمت بھاگی۔سب نے اسے ترس بھری نگاہوں سے دیکھا۔لیکن پھر سب ٹیسٹ کی تیاری کرنے میں مصروف ہو گئے۔جیسے یہ روز کا معمول ہو۔وہ بینچ پر جا کے بیٹھ گئی۔چہرہ چھپا کر روتی رہی۔کسی احساس کے تحت گردن گھما کر دیکھا

وہ۔۔۔وہی تھا۔جو اس کے رونے پر آ جاتا تھا۔آج بھی وہ پہلے کی طرح رف سے حلیے میں بیٹھا تھا۔سیاہ بکھرے بال ماتھے تک آ رہے تھے۔سفید شرٹ اور بلیو جینز، سفید جوگرز، گلے میں ڈالی ایک چین، سفید اور سرخ صاف چہرہ، کسرتی جسم، چہرے سے سنجیدگی جھلکتی تھی ,نیلی آنکھیں جن میں اسے مہربانی کے سوا کچھ نہ دکھتا تھا۔

وہ کبھی کچھ نہیں بولتا تھا۔نہ اس نے پوچھنے کی کوشش کی۔بس آتا پانی بوتل رکھتا اور اس کے دیکھنے پر چلا جاتا۔

The silent stranger

یہ نام اس کو مناہل نے دیا تھا. وہ اس کے اٹھ کے جانے لگا مناہل نے اسے پکارا وہ پہلے چونکا پھر مڑ کر اسے دیکھا۔

بھنوئیں اٹھائیں یہ اشارہ تھا بولو

دوست تو رازوں کے امین ہوتے ہیں اگر وہی دھوکہ دیں تو انسان کس پہ بھروسہ کرے۔

دل میں ٹھیس سی اٹھی تھی۔

وہ بینچ پر ذرا فاصلے پر بیٹھ گیا۔انسانوں پر۔۔۔ہر انسان ایک جیسا نہیں ہوتا۔ایک دھوکہ دے تو کیا ہوا۔کسی دوسرے پر بھروسہ کر لو۔اس نے کندھے اچکا کر تجوید دی۔اس کی آواز بہت پیاری تھی۔

اگر وہ بھی دھوکہ دے دے تو مناہل نے سامنے بیٹھی لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تو پھر کسی تیسرے پر اس نے بھی مناہل کی آنکھوں کا تعاقب کیا۔

وہ چونکی پھر رخ اس کی طرف کر لیا۔لیکن وہ اس کے صاف ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

کیا یہ سب اتنا آسان ہے؟ دھوکہ ملنے کے بعد پھر سے بھروسہ کرنا۔

نہیں یہ مشکل ہے۔ ہر دھوکہ ہمیں ڈیمج کرتا۔ ہمیں ہیل کرنے کے لیے ٹائم چاہیے۔ لیکن کم از کم ہم ایک دوست کی سزا دوسرے انسانوں کو تو نہیں دے سکتے۔ آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ رک جائیں گے۔ تو بدبودار ہو جائیں گے۔

ایسے تو دل ٹوٹ جائے گا

ہمم۔۔ تو کیا ہوا ٹوٹنے دینا چاہیے۔ زخمی نہیں ہو گے تو کیسے مرہم کے سکون سے لطف اٹھاو گی۔ وہ کہہ کر اٹھ گیا۔

کیا تم مسلم ہو؟ وہ اپنے ہی سوال پر شرمندہ ہوئی۔

نہیں اس نے بنا موڑے جواب دیا اور سیٹی بجاتا جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کی نظروں سے دور چلا گیا۔

اس نے پانی کی بوتل اٹھائی اور کسی قیمتی اثاثے کی طرح بیگ میں سنبھال کے رکھ لی۔ وہ اٹھ گئی۔ پیپر شروع ہونے والا تھا۔ اسے بھائی سے دیا وعدہ پورا کرنا تھا۔

کاش وہ غائب ہو جائے۔ یہ سب لوگ اسے بھول جائیں کیا۔ وہ لیلہ کو اپنے راز بتاتی ہی نا۔ لیکن دوستوں کو ہر از بتائے جاتے ہیں نا۔ اور اک کاش پر سب ختم ہو جاتا ہے

Clubb of Quality Content!

وہ کلاس کی جانب بڑھ گئی۔ تقریباً 12 بجے اس کا پیپر ختم ہو گیا۔ پیپر تو اچھا ہوا بس صبح ہی صبح دماغ خراب ہو گیا۔ اس نے بیگ کھول کر پانی کی وہ بوتل دیکھی وہ امرت تھا۔ پھر مسکرا کے بیگ میں دوبارہ رکھتی۔ مناہل نیازی۔۔۔ اس کا نام پکارا گیا۔ اٹھ کر وہ باہر چلی گئی۔ اسے لینے آگئے تھے۔ گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگا کے کھڑے اس نے موسی کو دیکھا۔ موسی نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا وہ بھی مسکرا کر آگے بڑھ آئی۔ بیگ بھائی کو دیا اور گاڑی میں بیٹھ گئی اسلام آباد کی صاف سڑکوں پر ان کی گاڑی روانہ تھی۔

❖

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہی صبح جو نتھن ویلا پر اداسی بن کے ابھری وہ زمین پر ہی سو گئی تھی۔ گردن میں درد کی ٹھیس سی اٹھی۔ اس نے اپنی گردن پہ ہاتھ رکھا۔ وہ فریش ہو کر کمرے سے باہر آئی۔ آج تو اسے بہت کام تھے۔ سیاہ ٹراؤزر، شرٹ، سفید بیگ اور ہاتھوں میں ڈالے ڈائمنڈ رنگز۔ پتہ نہیں کیوں پیارے لگ رہی تھی آج وہ۔ بالوں کو ہاف کیچر میں باندھے چہرے پر آتی ایک لٹ کو پیچھے اڑا سے۔ وہ نیچے ڈائننگ روم کی طرف چلی گئی۔ بیگ ساتھ والی کرسی پہ رکھا اس

کی توقع کے مترادف ماں آج تیار ہو کے اس کے سامنے بیٹھے تھیں۔انہوں نے اسے بلایا نہ اس نے زحمت کی۔ناشتہ کیااور گیٹ سے باہر نکل گئی۔آج کے سواری گرے فراری چابی گھمائی گیٹ کے دروازے کھلے اور وہ گاڑی بھگاتی باہر لے گئی۔

تم کچھ پریشان لگ رہی ہو وہ جو ونڈ سکرین سے باہر درختوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

موسی کی بات پر چونکی پھر سیٹ سے ٹیک لگائی۔مدہم آواز میں بڑبڑائی

اچھے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ برا کیوں ہوتا ہے؟موسی نے بخوبی اس کی بڑبڑاہٹ سنی

نہیں۔بس ان کے امتحانات زیادہ ہوتے ہیں۔اور نرمی سے مخاطب ہوا

ان کے امتحانات اتنے زیادہ کیوں؟اس نے پھر سے سوال کیا

کیونکہ ان کی منزل بہت بڑی ہوتی ہے نا۔سب سے الگ سب سے قیمتی

اسے لیے ان کے ٹیسٹ بھی زیادہ ہوتے ہیں۔وہ محتاط انداز میں بولا

کون سی منزل؟اس نے آنکھیں موندتے ہوئے بولا۔تھک گئی تھی۔

جنت اس نے ہولے سے جواب دیا

وہ ایسے کیوں نہیں ملتی؟ وہ مطمئن نہیں ہوئی تھی۔

کوئی بھی چیز ہمیں تب ملتی ہے

جب ہم اس کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اچھے صلے کے لیے محنت اور صبر تو کرنا پڑتا ہے۔ اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

بھائی جنت کیسے ملتی ہے؟ وہ بڑی بڑی انکھوں سے موسی کو دیکھ رہی تھی۔

جب ہم صبر کرتے ہیں۔ تو اللہ خوش ہوتا ہے کہ میرا مومن بندہ اتنے سخت حالات میں بھی شکوہ نہیں کر رہا۔ بد گمان نہیں ہو رہا

لہذا وہ اس ازمائش کے بدلے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اس کے ایمان میں اضافہ اور دل میں سکون بھر جاتا ہے۔ اور اللہ پر توقع اور بڑھ جاتی ہے۔ حتی کہ اس کے گناہ بھی معاف کر دیے جاتے ہیں۔ وہ اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی

آزمائش سے کیا واقعی گناہ جڑ جاتے ہیں؟ وہ حیران ہوئی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاں ناتمہیں وہ حدیث یاد ہے "کہ مومن کو ایک کانٹا بھی چبھے تو اس کے بدلے اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں" اس نے ماتھے پہ ہاتھ رکھا اتنی پیاری حدیث وہ کیسے بھول گئی؟۔۔اس کے چہرے پہ سکون تھا

Work hard for great rewards

نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

❖

گرے فراری اور سفید بی ایم ڈبلیو ایجنسی کے سامنے رکی۔بیک وقت دونوں کے دروازے کھلے۔موسی نے قدم باہر رکھا اور مناہل بھی آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ کر باہر نکلی۔اسی وقت ایزل نے گاڑی کا دروازہ کھولا سورج کی روشنی اس پر پڑ رہی تھی۔سیاہ بال اور چمک رہے تھے دودھیا رنگت سرخ ہوئی موسی بے اختیار اس کی طرف دیکھا وہ پیاری تھی۔بلاشبہ وہ پیاری تھی۔اس نے نظریں پھیر لی۔وہ دونوں ایک بلڈنگ میں داخل ہوئے وہاں کافی بھیڑ تھی۔ قطار میں کھڑے لوگ۔لیکن وہ دونوں راہداری سے ہوتے ہوئے ایک دفتر میں چلے گئے۔ وہ چونگم چباتے ہوئے۔راہداری کی طرف جا رہی تھی۔اسے آفس مل ہی نہیں رہا تھا

احمد صاحب کا آفس کہاں ہے؟ ساتھ چلتے ایک لڑکے سے پوچھا

ہم بھی وہی جارہے ہیں آپ ہمارے ساتھ آجائیں۔ موسی کے بجائے ساتھ کھڑی مناہل بولی۔ وہ کندھے اچکا کر ان کے پیچھے چل دی۔ راہداری کے ایک آخری کونے میں ایک چھوٹا سا کمرا تھا۔ موسی نے دروازہ پکڑ کر سائیڈ پہ ہو گیا۔ مناہل اور ایزل اندر داخل ہوئیں تو وہ بھی اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا۔

سامنے بیٹھے ادھیڑ عمر شخص جو رائکینگ چیئر پر جھول رہا تھا۔ ان کو دیکھ کے منہ پر مبہم سا مسکرایا۔ انہوں نے موسی کو گلے لگایا اور صوفے کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اور مناہل صوفے پر بیٹھ گئے۔

ہیلو انکل کیسے ہیں آپ؟ اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ احمد صاحب نے بھی مسکرا کر اسے گلے لگایا۔

میں ٹھیک ہوں بیٹا وہ بھی سامنے صوفے پر کچھ فاصلے پہ مناہل کے ساتھ بیٹھ گئی۔

اچھا بیٹا اپنے ڈاکومنٹز مجھے دے دو میں سبمٹ کروا آتا ہوں۔

احمد صاحب نے موسی اور ایزل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

انکل مجھے پانی پینا ہے مناہل کا گلا خشک کانٹا ہو رہا تھا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

اچھا آجاؤ تمہیں جوس پلاؤ۔ مسکرا کے بولے اس نے موسی کی طرف دیکھا موسی نے پلکیں جھپکائیں۔ مطلب ہاں تھا۔ وہ جاسکتی ہے۔ وہ دروازے سے باہر چلی گئی۔

کمرے میں ہر طرف اب ان کے پرفیوم کی خوشبو تھی۔ وہ دونوں موبائل میں محو تھے۔

کمرے کی خاموشی کو ایزل کی ہیلز کی ٹک ٹک نے توڑا۔ وہ موبائل پر لوگوں کے کمنٹس پڑھ رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ اپنا دایاں پاؤں عادتن ہلا رہی تھی۔ موسی نے نظر اٹھا کر اس لڑکی کو پہلے بار اتنے غور سے دیکھا۔ بلاشبہ وہ اس آواز سے ڈسٹرب ہو رہا تھا۔ نظریں پھسل کر اس کے سفید بے داغ پیروں پر گئیں۔ سیاہ ہیلز میں اس کے سفید پیر دہک رہے تھے۔ اس کی ایڑی پر نشان تھا۔ وہ اگر تھوڑا اور چلتی تو زخم بن جاتا۔ اس نے نامحسوس انداز میں پہلو بدلا ۔ نظر بار بار پھسل کر اس کے نشان پر چلی جاتی اور وہ چاہ کر بھی نظرانداز نہ کر سکا۔

اب میں نے ہر کسی کی مدد کا ٹھیکا نہیں اٹھار کھا دل کو ڈپٹا

انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے میرے بھائی دل نے جواب دیا

ہاں تو ساری دنیا کی انسانیت میں خود میں سما لو بتاؤ بھلا۔

ایک ٹھنڈی آہ بھری اپنا ہاتھ جیکٹ کے سائڈ پوکٹ میں ڈال کر ایک سٹوبیری بنی بینڈج نکالی۔

خود پر نظروں کی تپش کو محسوس کرتے اس نے گردن پھیر کر دائیں جانب دیکھا۔

دونوں کی نظریں ملیں اور خوب ملیں

موسی نے اس کی طرف بینڈج بڑھادی۔وہ چھوٹی سی کیوٹ سی بینڈج کو ایک اچھے خاصے مرد کے ہاتھ میں دیکھ کر حیران ہوں۔اسے ہنسی آئی۔جس نے اسے بڑی کمال مہارت سے چھپایا۔سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

موسی نے اپنی نظریں اس کے پاؤں پہ گاڑھیں۔ایزل نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔

اس کے ہونٹ اووووومیں سکڑے یہ تو روز کی بات ہے دل میں سوچا۔اور بینڈج لے لی

۔شکریہ------

لگالیں زخم گہرا ہو جائے گا۔وہ بولے بغیر نہ رہ سکا۔

اس نے بینج لگالی۔اچانک دروازہ کھل گیا۔احمد صاحب اور مناہل داخل ہوئے۔

تو انہوں نے اپنا رخ موڑلیا دونوں ایک ساتھ کھڑے ہوئے۔بیٹا کھڑے کیوں ہو؟بیٹھو۔۔

نہیں۔۔انکل ہم چلتے ہیں دونوں ایک ساتھ بولے۔

پھر ایک دوسرے کو ایک ساتھ دیکھا۔پھر دونوں کی نظریں جھکیں۔

مناہل نے تو منہ پہ ہاتھ رکھ دیا اس کا قہقا کوئی سن نہ لے۔

احمد صاحب مسکرائے۔ لگتا ہے۔ آپ دونوں کی اچھی دوستی ہوگئی۔ دونوں کے منہ کے زاویے بگڑے۔ موسی اگے بڑھا۔ احمد صاحب سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ یہ اشارہ تھا کہ اب اسے جانا ہے۔

۔انکل میں چلتی ہوں پھر ملاقات ہوگی۔ وہ دروازہ کھول کر بے نیازی سے راہداری کی طرف چل دی۔ اس کے بال کندھوں سے نیچے تک جھول رہے تھے۔

موسی اسے جاتا دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی۔ مناہل اسے اب اپنی کہانی سنا رہی تھی اور وہ مسکرا کر اسے سن رہا تھا باقی لوگوں سے بے نیاز (عجب بے نیازی تھی).

❖

وہ بینچ پر بیٹھا تھا۔ دھوپ کی وجہ سے چہرہ دمک رہا تھا۔ سامنے بچوں فٹ بال کھیل رہے تھے۔ کسی احساس کے تحت اس نے گردن موڑ کے دیکھا۔ ہمیشہ کی طرح بے نیازی سے چلتے ہوئے وہ اسی طرف آرہی تھی۔ اس نے ادھر ادھر نظر گھمائیں۔ شاید وہ اسے ڈھونڈ رہی تھی۔ پھر اس نے اسے دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کی جانب بڑھی۔ کوئی آج کل بھاگنے کی تیاری کر رہا ہے۔ وہ گردن موڑ کر دانت نکالتے ہوئے بولا

ہاں ہاں اور تم میری جاسوسی کرتے رہتے ہو۔ دادا جان سے ملے تم؟

نہیں ایزل نے اسے گھورا۔۔۔

سدھر جاؤ تم مائک۔

اس سے زبان باہر نکالی دونوں ہاتھ جوڑے جو حکم ملکہ عالیہ زرا سا جھک گیا۔

ہاہا دونوں ہنسے

کیا ہوا؟ چہرے پر فکرمندی در آئی۔

اس نے چہرہ جھکا لیا۔ نہیں کچھ نہیں۔

تم جانتی ہو کہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی تو کوشش کیوں کرتی ہو؟ وہ مضطرب ہوا۔

اس نے اداسی سے نم آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔ وہ رو نہیں سکتی تھی۔ پتہ نہیں اسے رونا کمزوری لگتا تھا۔ اور وہ کمزور نہیں ہونا چاہتی تھی۔ ماں ناراض ہیں مائک۔ انکھوں کی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے بولی۔

تو مت جاؤ پھر۔ اس نے آسان حل بتایا۔ نظریں اسی کا طواف کر رہی تھیں۔

جانتے ہو یتیم بچوں کا کل سرمایہ ماں ہوتی ہے۔ ماں سے جدائی عذاب ہے۔ ان کے سوا کچھ نہیں ہوں۔ اس نے ٹھنڈی آہ ابھری۔

پھر کیوں جارہی ہو؟اسے تکلیف ہوئی دل کو کسی نے مٹھی میں لیا۔وہ دونوں بچپن سے ساتھ تھے۔ایک دوسرے کا درد بخوبی سمجھتے تھے۔

ماں کا غم بڑا ہے۔جب جب مجھے دیکھتی ہیں بابا کو یاد کرتی ہیں۔اگر پاپا ان کی بات مان لیتے تو ہم اتنی تکلیف میں نہ ہوتے انکھیں بار بار بھیگ رہی تھی۔آنسو اندر اتارنا بہت مشکل تھا۔

ان کو تکلیف سے بچانے کے لیے خود کو اس دلدل میں مت دھکیلو۔سامنے جو بیٹھی تھی وہ اس کے دل پر حکومت کرتی تھی۔وہ کیسے اسے تکلیف میں دیکھ سکتا تھا؟

میں کبھی ٹرپ پر نہیں گئی ماں کو اکیلا چھوڑ کے نہیں جاسکتی.اب جاؤں گی تو روز سوچوں گی۔

ان کا نورانی چہرہ کیسا ہوگا؟میرا بس چلے تو میں خود کو ان کی خوشیوں کے لیے قربان کردوں.

زندگی اتنی انفیر کیوں ہے؟

آواز کانپی ہوا کے جھونکے کی وجہ سے بال اس کے سفید ملائی جیسے چہرے کو چھو رہے تھے۔

مائیکل نے اس کا ہاتھ تھام لیا سب ٹھیک ہو جائے گا۔دل نے اس کے بالوں کو چھونے کے لیے اکسایا۔اس نے خود کو ڈپٹا۔وہ جانتا تھا۔فی الحال اس سے اگے نہیں بڑھ سکتا۔اب وہ دونوں سامنے بچوں کو دیکھ رہے تھے۔سورج غروب ہورہا تھا۔پرندے چہچہا رہے تھے.وہ دونوں بینچ پر بیٹھے تھے۔ایزل سورج کو دیکھ رہی تھی اور مائک اسے۔۔ نظروں کی تپش کی

وجہ سے اس نے چہرہ موڑ کر مائک کو دیکھا۔اس نے گردن موڑلی وہ بہت شارپ برین رکھتی تھی۔

وہ اہ بھر کر رہ گیا دل کو ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے بوجھ دل سے سرک گیا ہو۔دوست بھی نعمت ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کی موجودگی ہی دل کو سکون پہنچا دیتی ہے۔آدھے مسئلے توان سے بات کر کے حل ہو جاتے ہیں۔زندگی میں ہر ایک کے پاس ایسا دوست ہونا چاہیے۔

چلیں۔۔۔۔آنکھوں پہ گلاسز ٹکاتے ہوئے بولی.جو حکم وہ اگے بڑھ گئی اور وہ مسکرا کر اس کے پیچھے ہاتھ باندھ کر چل دیا۔۔

۔)غلط سوچ رہے تھے وہ اتنی بھی ظالم نہیں تھی(

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

❖

ہفتہ

بیٹا یہ لو یہ سامان پیک کر و یہ ساری دوائیں ہیں۔ نیازی ہاؤس میں کافی چہل پہل تھی وہ دو منزلہ بڑا خوبصورت اور جدید طرز پے بنا گھر تھا۔اس کے ارد گرد پھول ہی پھول لگے تھے۔

امی بھائی مارس تھوڑی جا رہے ہیں؟ وہاں سے بھی یہ سب مل جائے گا۔ مناہل جو بیگ میں سب ڈال رہی تھی تنگ ہو کر بولی۔ کل سے سب تیاریوں میں لگے تھے۔ وہ تھک گئی تھی۔

موسی

صحیح کہہ رہا تھا اتنی تیاریاں تو کسی دلہن کے جہیز کے لیے بھی نہیں کی جاتی۔

تم نے کام نہیں کرنا چھوڑ دو میں خود کر لیتی ہوں۔ لوگوں کی اولادیں ہوتی ہیں ماں کا اتنا خیال رکھتی ہیں اور ایک میری سارا دن کچن میں لگی رہتی ہوں کوئی پرواہ نہیں۔ وہ مناہل سے بیگ لیتے ہوئے بولیں۔

ارے امی کیوں بیچاری کو ڈانٹتی رہتی ہیں۔ وہاں سے سب مل جاتا ہے۔ آپ لوگ تیاری کریں بس۔ تولیے سے بال رگڑتے ہوئے وہ مناہل کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر بولا اس کا چہرہ نکھرا تھا گرے شرٹ اور سفید پینٹ۔

ہائے میرا بچہ کتنا پیارا لگ رہا ہے صوفیہ بیگم اس کے چہرے کو پیالے کی صورت دونوں ہاتھوں میں لیتے بولیں۔

ہم سے تو کوئی پیار ہی نہیں کرتا نیازی صاحب جو نیچے سے سب کی چک چک سن رہے تھے۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہونے پر اوپر آ گئے۔ مناہل باپ کی طرف بھاگی اور ان کے بازوں میں لپٹ

گئی۔۔بابا صحیح کہہ رہے ہیں ہم سے تو کوئی پیار ہی نہیں کرتا۔معصوم سا چہرہ بنا کے بولی۔اس کی بات پر سب مسکرا دیے

چلیں بھی یہ یہیں رہنے کا ارادہ ہے۔نیازی صاحب مسکرا کر بولے

چلیں سب۔۔۔میں سامان اٹھانے میں مدد کرواتا ہوں۔بابا میں بھی کرواتی ہوں۔مناہل بیگ پکڑتے ہوئے بولی۔موسی جھنجھلا کر رہ گیا آپ لوگ رہنے دیں میں خود اٹھالوں گا اس نے باپ اور بہن سے دونوں بیگ پکڑ لیے

موسی!!نیازی صاحب نے اسے گولڈن پیکٹ میں لپٹا لفافہ دیا۔وہ حیران ہو کر باپ کو دیکھنے لگا یہ تمہارے عبداللہ چچا کا تھا۔زندگی کے ہر موڑ پر تمہارے کام آئے گا۔اس کو کھونے مت دینا۔یہ تمہاری امانت تھی تمہیں لوٹا رہا ہوں۔اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کو اپنے جیکٹ کی جیب میں ڈال دیا.........................سارا سامان اس نے رات کو ہی گاڑی میں رکھوا دیا تھا

= ❖

ایزل کھانا کھالو(آہ یہ ماؤں کا کھانا کھلانے سے پیار)

امی فکر نہیں کریں مائک بھی ساتھ ہے۔راستے میں کچھ کھالیں گے۔ ہمم وہ اگے بڑھ گئی۔

اوران کو گلے لگالیا۔

مائک کی آواز پر دونوں نے مڑ کراسے دیکھا۔سوری میں نے سین خراب کر دیا وہ دانت نکال

کر بولا۔تو انہوں نے اسے گھورا۔

میں کہ بٹینیو کا کہہ دیتا پر اس کی فلائٹ اڑ جائے گی خالہ جان اس نے اگے بڑھ کرایزل سے

ہینڈ بیگ لے لیا۔اچھابیٹا خدا تمہارا نگہبان ہو وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے وہ پیچھے سے دعائیں

پڑھ کر پھونکتی رہیں۔

فلائٹ لیٹ ہونے کی وجہ سے موسی نے سب کو گھر بھیج دیا تھا۔مناہل اور امی نے تو رو رو کر

براحال کر دیا تھا۔نیازی صاحب بڑی مشکل سے ان کو لے گئے تھے۔وہ صوفے پر بیٹھا تھا۔

گلا خشک کانٹا ہوا پانی کی بوتل ختم ہو چکی تھی۔اس نے پانی لینے کے لیے پاکٹ سے پیسے

نکالے سنہری لفافہ وہیں گر گیا وہ اگے بڑھ گیا۔اس کی فلائٹ کے اناؤنسمنٹ ہو چکی تھی

سنہری لفافہ اسے جاتا دیکھتا رہا۔

ایزل اٹھو تمہاری فلائٹ کی اناؤسمنٹ ہو گئی ہے وہ رات بھر نہ سونے کی وجہ سے تھک گئی تھی۔اب کہاں آنکھ لگی پتہ نہیں چلا۔آنکھیں ملتے ہوئے اٹھی اور اس کے پیچھے چل دی ہینڈ بیگ سے گلاسز نکالتے ہوئے لپسٹک نیچے گر گئے وہ اٹھانے کے لیے جھکی تو نظر سنہری لفافے پر پڑی اس نے لپسٹ اٹھالی وہ اگئے بڑھنے لگی کہ قدم زنجیر ہوئے وہ بہت خوبصورت تھا اس نے اسے اٹھالیا مائنک نے اسے نیچے بیٹھے دیکھا تو پریشانی سے اس کی طرف آیا۔۔

کیا ہوا؟ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے اس سے پوچھنے لگا وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

کچھ نہیں۔۔کچھ کچھ نہیں۔۔لفافہ بیگ میں رکھ کر وہ چل دی وہ لفافہ اٹھانے پر خود بھی پریشان تھی۔کتنی احمقانہ حرکت کی تھی۔۔

جہاز ہوا کی بلندیوں کی طرف پرواز کر گیا۔۔۔

کیا ہو گا اس لفافے میں کون سا راز اشکار ہونے والا تھا۔کیا موسی نے کھودیا تھا اپنا انعام ؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

جاری ہے

....

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842